# میثاقِ پاکستان

ملک کے ابتر معروضی حالات سب کے سامنے ہیں۔ ہر پیچیدگی کھل کر سامنے آ چکی ہے۔ سیاسی نظام، معاشی بربادی، اداروں کا خلفشار، عام لوگوں کے دلوں میں ڈر اور نفرت کے ابال، یہ سب کچھ اب نہ چھپایا جا سکتا ہے۔ اور نہ چھپایا جا رہا ہے۔ میڈیا کے بڑے بڑے نام جو ایک زمانہ میں تکریم کا نشان تھے، آج بے نوا ہو چکے ہیں۔ جس سپر پاور کی گود میں ہمارے اکابرین جھولا جھولنے کی کاوش فرما رہے ہیں۔ انہوں نے ہمارے ملک کو، اس قابل بھی نہیں سمجھا کہ یہاں اپنا کل وقتی سفیر ہی لگا دیں۔ اہل نظر، پریشان ہیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ سوچنا پڑتا ہے، کیا اس خرابے سے واپسی ممکن بھی ہے یا نہیں؟ اکثریت کا بیان ہے کہ شاید اب بہت دیر ہو چکی ہے۔ دلدل میں پورا ملک اس طرح ڈوبا ہوا ہے کہ بچنے کا کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ طالب علم کی رائے بالکل مختلف ہے۔ یقین ہے کہ آج بھی ہمارے اکابرین اگر چاہیں تو ایک سے تین برس کی طویل مدت میں ملک کو حد درجہ بہتری کی طرف لے جا سکتے ہیں۔ یہ رائے نہیں، بلکہ کامل رائے ہے کہ قومیں نشیب سے اونچائی پر گامزن ہو سکتی ہیں۔ جاپان، چین، ساؤتھ کوریا، سنگاپور جیسے متعدد ممالک ہمارے سامنے ہیں۔ جو بربادی کی پاتال تک گئے۔ پھر ان کے پاس حقیقت پسند قائدین آئے جنہوں نے اپنے اپنے ملکوں کو شاداب کر دیا۔ یہ کوئی زیادہ دور کی بات نہیں۔ صرف دو چار دہائیوں کا سچا قصہ ہے۔ تاریخ کے جھروکوں میں نہیں دیکھنا چاہئے۔ آپ کے سامنے، چند خیالات رکھنا چاہتا ہوں جن سے ہمارا مستقبل بہتر ہو سکتا ہے۔

طالب علم آج ایک نیا سیاسی بیانیہ اور حکمت عملی آپ کے سامنے رکھتا ہے۔ جس کا نام ہے ''میثاقِ پاکستان''۔ آپ نے میثاق جمہوریت کا نام تو سن رکھا ہے۔ مگر جب اس کے لکھے ہوئے کاغذ کی سیاہی تک نہیں سوکھی تھی تو سابقہ خاتون وزیراعظم، مشرق وسطیٰ کے ایک حکمران کے محل میں، جنرل پرویز مشرف کے مقرب خاص سے اپنی حکومت میں آنے کا منصوبہ پایا تکمیل تک پہنچا رہی تھیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ لندن میں لکھا جانے والا میثاق جمہوریت، اپنی اوائل عمری میں ہی ختم ہو گیا۔ اس کی تدفین کا کام پنجاب سے تعلق رکھنے والے قائد اور ان کی جماعت نے کیا۔ انہوں نے اپنے تمام اصول، ضابطے، اداروں سے مل کر سازش نہ کرنے کی وعید، یعنی ہر بات پر ایک سو اسی زاویہ سے یوٹرن لیا اور وہ سب کچھ کرنا شروع کر دیا جو وہ ضیاء الحق دور سے کر رہے تھے۔ یہ بھی میثاق جمہوریت کی نفی تھی اور ہے۔ مگر ایک اور عنصر ایسا سامنے آ گیا کہ عوامی ردعمل کا رخ بدل گیا اور وہ ہے چار برس کی گورننس کی ناکامی، دہشت گردی کے جن کا بوتل کو توڑ کر باہر نکلنا، خبیث ترین کرپشن اور ایک سیاسی جماعت پر ہر طرح کے ظلم کے پہاڑ توڑنا۔ نتیجہ کیا نکلا۔ صفر بٹا صفر۔ راولپنڈی کے اندر بھی ادراک ہونے لگا کہ اس ڈگر سے ملک کی سالمیت کو نقصان تو پہنچ سکتا ہے مگر اس سے فائدے کا کوئی امکان نہیں۔ یہاں یہ بھی گزارش کروں گا کہ آل شریف کی جانب سے دفاعی اداروں اور اصل سیاسی فریقین کے درمیان صلح صفائی نہ ہونے دینے کی بھرپور اور مسلسل کوشش جاری ہے۔ کیونکہ انہیں بخوبی اندازہ ہے کہ سیاسی موت کے واقع ہونے کے بعد سیاسی قبر بن جائے گی۔ اندازہ ہے کہ اصل ووٹ اب ان کے دائرہ عمل سے باہر ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا اب صرف ماضی میں کی گئی غلطیوں کو سامنے رکھ کر سینہ کوبی کی جائے۔ یا ملکی مفاد میں وہ فیصلے کئے جائیں جن سے روشنی اور ترقی کی کرن لوگوں کے سامنے آئے۔ ان کے زخموں پر مرہم رکھا جائے۔ اور یہ صرف اور صرف ایک ریاستی ادارہ ہی کر سکتا ہے۔ سیاست دان مکمل طور پر ناکام ہو چکے ہیں اور وہ بخوبی جانتے ہیں کہ عوام میں ان کی قدر و قیمت کیا ہے۔ اب چیدہ چیدہ نکات سامنے رکھتا ہوں تاکہ تمام مثبت معاملہ آپ کی خدمت میں پیش کر سکوں۔

ہمارے ملک میں حقیقت یہی ہے کہ دفاعی ادارہ، طاقت کے کھیل میں فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔ جب لوگ کہتے ہیں کہ عسکری اداروں کو بیرکس کے اندر محدود ہونا چاہئے تو وہ علمی طور پر تو درست ہو سکتے ہیں مگر عملیت یا زمینی حقائق سے قدرے دور معلوم پڑتے ہیں۔ موقع کی مناسبت سے عرض ہے کہ ایک طاقتور فوج کسی بھی ملک کی سالمیت کے لئے اشد ضروری ہے۔ اور پوری دنیا میں صائب حکمران طبقہ، اپنے فوجی اداروں کی رائے کو بہت اہمیت دیتا ہے۔ اگر یقین نہیں آتا تو امریکہ ہی کے سی آئی اے، پینٹا گون کو پرکھ لیجئے۔ ان کے ادارہ جاتی فیصلے کو وائٹ ہاؤس بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ پاکستان میں کیونکہ ابھی سویلین ادارے کافی کمزور ہیں لہٰذا اس تلخ بات کو تسلیم کرنا چاہئے کہ دفاعی اداروں کا اندرونی سیاسی اور حکومتی فیصلوں پر بہت اثر و رسوخ رہے گا۔ اور اس کا دورانیہ طویل تر ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ جب ہماری سیاسی حکومتوں کی کارکردگی بہتر ہو جائے تو یہ زائچہ خود بخود تبدیل جائے۔ گورننس کی بہتری اور عوام میں پذیرائی، ماضی کی ہر ترتیب بدلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ بذات خود، عسکری ادارے سے قریبی تعلق رہا ہے۔ اور آج بھی یہی سمجھتا ہوں کہ پنڈی کی سطح پر ہر مشکل ترین معاملہ پر سنجیدہ بحث ہوتی ہے۔ اور اس کے کئی حل نکالے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے تو استدعا ہے کہ ریاستی ادارے کے اکابرین کو عوامی رائے کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے طویل مدت کے فیصلے کرنے چاہئیں۔ اگر یونیفارم میں صدر بننے سے ملک ترقی کی طرف چل پڑتا ہے تو اس کی حمایت کرنی چاہئے۔ ملکی بہتری کے لئے کڑوی دوائی کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ذہن میں صرف اور صرف پاکستان کی معاشی، سیاسی، سماجی ترقی رہنی چاہئے۔ ہمیں ہر قدم پھونک پھونک کر دانش مندی سے لینا چاہئے۔ ''میثاقِ پاکستان'' مرتب ہونا چاہئے۔ جس میں سب سے پہلے، موجودہ ناجائز طریقے سے بٹھائے گئے سیاسی نظام اور سیاسی لوگوں سے جان چھڑائی جانی چاہئے۔ طالب علم کسی سیاسی جماعت کے ساتھ یا خلاف نہیں ہے۔ صرف اور صرف اپنے ملک کی سالمیت کے لئے دعا گو ہے۔ موجودہ سیاسی نظام، لانے والوں کے لئے بھی بہت زیادہ مسائل پیدا کر چکا ہے۔ لہٰذا اسے ختم کرنا، ادارے کے اپنے مفاد میں ہے۔ ویسے جس طرح نااہلی کے واقعات یکے بعد دیگرے برپا ہو رہے ہیں، تو اکابرین کو خود بخود ہی حکومت سے علیحدہ ہو جانا چاہئے۔ شاید اس سے ان کی بچی کھچی عزت کا جنازہ ذرا بہتر طریقے سے نکل آئے۔ دوسری بات، ملک میں طاقت کے دو ستون ہیں۔ عوامی رائے اور پھر ادارہ جاتی طاقت۔ انہیں ایک دوسرے کے خلاف استعمال کرنا دانش مندی نہیں ہے۔ جلسے، جلوسوں اور لانگ مارچوں سے محاذ آرائی بڑھ سکتی ہے، کم ہونے کے امکانات بالکل نہیں ہیں۔ چنانچہ عوامی طاقت رکھنے والی سیاسی جماعت اور قائد کو بھی ٹھنڈے دل سے ادارے کے ساتھ معاملات درست کرنے چاہئیں۔ اس میں عوام اور سیاسی فریقین کی بھلائی ہے۔ عوامی طاقت کو ملک کی اندرونی قوت میں بدلنا ہی اصل حکمت عملی ہے۔ لڑائی جھگڑے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ تیسری بات عرض کرتا ہوں۔ عدلیہ کو مکمل طور پر کسی بھی دباؤ سے آزاد کرنا چاہئے۔ یہ ہر فریق بلکہ ہر پاکستانی کی آخری امید ہے۔ اور چند برسوں سے غلط یا صحیح، یہ تاثر موجود ہے کہ عدلیہ شدید دباؤ کا شکار ہے۔ اور اس کے فیصلے، آزادانہ نہیں ہیں۔ ادارے اور عوام کے حق میں ہے کہ عدلیہ کو آزادی سے کام کرنے کی سپیس (Space) دی جائے۔ گمان ہے کہ کم از کم پچاس فیصد معاملات اس ایک کام ہی سے بہتر ہو جائیں گے۔ اور یہ بالکل مشکل بات نہیں ہے۔ دفاعی اداروں کے اندر یہ سوچ پنپ رہی ہے کہ عدلیہ کے کئی فیصلے بذات خود سوالیہ نشان ہیں۔ ساکھ کو دوبارہ بہتر کرنا، ہر فریق کے حق میں ہے۔ چوتھی بات یہ کہ ملک میں غیر جانبدار سیٹ اپ لایا جائے۔ اس کی وجہ جاننا بہت ضروری ہے۔ موجودہ سیاسی حکمران کسی صورت میں، کوئی ایک بڑا یا چھوٹا کام، تعصب کے بغیر نہیں کر سکتے۔ ان کی استطاعت اور سوچ کا دائرہ حد درجہ محدود ہے۔ بلکہ صرف اپنے اور خاندانی مفاد کے ارد گرد گھومتا ہے۔ ایک غیر جانبدار نظام، بے شک تھوڑی مدت کے لئے آئے، اس سے حکومتی اور ادارہ جاتی ساکھ بہتر ہو گی اور پھر ایک مکمل طور پر شفاف الیکشن کرایا جائے۔ یعنی جس کو بھی عوام، ووٹ کے ذریعے حکمرانی دیں، اس جذبہ اور مینڈیٹ کی تکریم ہونی چاہئے۔ بہت سے دانشور، آزادانہ الیکشن کی تجویز سے بدک جاتے ہیں۔ ان کے ردعمل سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہمارے طاقتور ترین ادارے کو اب یہ سوچنا ہے کہ موجودہ سیاسی لاشیں، ان کے اپنے لئے بوجھ بن چکی ہیں۔ ایک صاف ستھرا الیکشن، متعدد مسائل کو حل کرنے کی کنجی ہے۔ اور اس سے عوام میں موجودہ ناامیدی اور یاس کا جذبہ بھی کم ہوتا جائے گا۔ اور آخر میں، معاشی ایمرجنسی لگا کر، معیشت کو فعال کرنا چاہئے۔ کاروباری طبقہ کی عزت نفس کو ٹھیس پہنچائے بغیر، ٹیکس کے نظام کو بہتر بنانا از حد ضروری ہے۔ آیئے، ہر تعصب، پسند اور ناپسند سے بالاتر ہو کر، ملک کی خاطر، میثاقِ پاکستان کریں۔ امید ہے اس سے معاملات بہتر ہو جائیں گے۔